حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

بہائیت..... اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم

مصنف: بشیر احمد / ضخامت: ۴۴۳ صفحات / کتابت طباعت: مناسب / قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر و تقسیم کار: اسلامک سٹڈی فورم، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۷۵۔ راولپنڈی

ایران میں ایک آدمی تھا۔۔۔۔ علی محمد! آدمی کیا پچیس برس کا بھرپور جوان تھا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد! لیکن ایک دفعہ نمعلوم........

''شب کو اس کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گیا؟''

جی ہاں! ۲۳ مئی ۱۸۴۴ کی رات، شیراز میں اس علی محمد نے اعلان کر دیا کہ میں امام مہدی تک رسائی کا دروازہ ہوں۔ ''باب'' دروازے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا میں علی محمد باب ہوں۔ گویا آج سے ٹھیک ڈیڑھ سو سال پہلے ایران میں یہ باب کھلا اور یہ گل کھلا۔ لیکن اس سے بھی پہلے یہاں ایک اور گل کھلایا جا چکا تھا۔ وہ یہ کہ علی محمد (باب) کی مہدویت کا پھاٹک کھلنے سے کوئی ایک سو سال پہلے، شیخ احمد بن زین الدین احسائی نام کے ایک شیعہ عالم نے ایران میں شیخیہ فرقے کی بنیاد رکھدی تھی۔ یہ احسائی صاحب بھی بہت اعلیٰ چیز تھے۔ زیر نظر کتاب کے فاضل مؤلف کے بقول........

''احسائی اپنے آپ کو بارہ ائمہ کرام کے زیر ہدایت سمجھتا تھا اور امام جعفر صادق سے روحانی رابطے کا دعوے دار تھا۔ اس نے آئمہ کرام کو کائنات کی تخلیق کی بنیاد قرار دیا اور اپنے عقیدت مندوں کو ہدایت کی کہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے وقت اپنی توجہ حضرت علی کی طرف مبذول کیا کریں۔ اس نے شیعہ اصولِ دین، توحید وعدل کو ایک رکن قرار دیا۔ جسمانی معراج کا انکار کیا۔ قرآن کی روحانی تفسیر پر زور دیا اور اسے لفظی تفسیر پر ترجیح دی کیونکہ لفظ موت سے ہمکنار کرتے ہیں اور روح زندگی بخشتی ہے۔ اسکا یہ بھی عقیدہ تھا کہ بعثت (پیغمبر کا بھیجا جانا) جسمانی نہیں، روحانی ہوتی ہے۔ نبوت، رسالت اور امامت کے بعد، ایک ''رکن رابع'' ہوتا ہے جو امام تک رسائی کا واسطہ ہوتا ہے''

یہاں فاضل مؤلف نے احسائی کی تعلیمات اور عقائد وافکار کے بیان میں اجمال سے کام لیا ہے۔ جس سے قاری پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ "رکن رابع" سے احسائی کی مراد کیا تھی؟ اس کی اپنی ذات یا کوئی اور بھی؟ نیز یہ کہ "رکن رابع" کے منصب سے کیا کیا ضروریات و شرائط، علامات و خصائص اور امور و فرائض وابستہ کئے گئے تھے؟ اور پھر یہ بھی کہ یہ "رکنِ رابع" کس "امام" تک رسائی کا واسطہ تھا؟ امام مہدی یا امام جعفر صادق؟ تاہم حقیقت حال تک پہنچنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ جناب جعفر صادق کی وفات (۷۶۵ء) کے ساڑھے نوسو سال بعد (۱۷۲۱ء میں) پیدا ہونے والا احسائی، اگر ان سے اتنا قریبی رابطہ قائم کر سکتا ہے تو اس کے لئے جعفر صادق سے بھی ایک سو آٹھ برس بعد (۸۷۳ء میں) "غائب" ہوجانے والے (نام نہاد) امام مہدی سے رابطہ کیوں دشوار ہونے لگا؟ جبکہ احسائی نے ۱۰۵ سال عمر پائی اور بظاہر اس قسم کی "رابطہ امام مہم" کے لئے یہ کوئی معمولی مدت یا مختصر مہلت نہیں۔

احسائی کی موت کے اٹھارہ سال بعد، اسی فرقہ شیخیہ میں علی محمد باب اٹھا، جس نے احسائی کی محنت کا میٹھا پھل کھایا، "فتح باب" کا مرحلہ طے کیا اور دعاوی کی بوچھاڑ کر دی۔ رکنِ رابع، مہدی موعود، قائم آلِ محمد، امام زماں، ایلیا، مظہر الہی .... اور نجانے کیا کیا؟ مسلسل چھے سال، باب نے ایرانی حکومت کو تگنی کا ناچ نچایا۔ شیعہ مجتہدین کے لئے برآشفتگی، برافروختگی اور برانگیختگی کے تازہ بہ تازہ اسباب مہیا کئے۔ عوام میں زبردست ہلچل پیدا کی۔ نئی شریعت، نئے مذہب، نئے ضابطے، نئے مسائل، نئے اصول، نئے احکام، نئے الہام، نت نئے دعووں اور نئی نئی اصطلاحات سے ایک طوفان بد تمیزی برپا کر دیا اور آخر ۹ جولائی ۱۸۵۰ کو وزیر اعظم ایران کے حکم پر ساڑھے سات سو گولیوں کا ہدف بن کر مرگ مفاجات تک رسائی پائی۔

"باب" کے مرنے (یا "بند" ہونے) کے بعد مرزا حسین علی نوری اس کا جانشین ہوا جس نے "بہاء اللہ" کا لقب اختیار کر لیا۔ "مظہر ظہور الہی" (انسانی شکل میں خدا) ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک یکسر نئی شریعت متعارف کرائی۔ فلسطین کو اپنا مرکز بنایا۔ انتالیس سال تک "بہائیت" کو فروغ دیا اور ۱۸۹۲ء میں علی محمد باب اور احسائی سے جا ملا۔

بہاء اللہ کے بعد عبد البہاء اور عبد البہاء کے بعد شوقی آفندی ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ شوقی کے لاولد مر جانے کے بعد (۱۹۵۷ء میں) ۲۷ بہائی بزرگ........ "ایادی امر اللہ"........ بہائیت کے والیان و وارثان مقرر ہوئے۔ پھر ۱۹۶۳ء میں بہائیت کے جملہ امور کی نگرانی اور قانون سازی کا عالمی ادارہ "بیت العدلِ اعظم" قائم کر دیا گیا۔ کہاں؟ حیفہ (اسرائیل) میں!

بہائیت اس وقت ایک عالمی تحریک ہے اور ایک مستقل مذہبی وحدت، جس کے اپنے شرعی، اعتقادی، فکری، عملی اور تنظیمی دوائر ہیں اور اپنے ہی نظامات، جو باہمی اور داخلی طور پر حد درجہ مربوط اور اپنی اپنی جگہ حد درجہ فعال ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا؟ اس کا جواب آپ کو جناب بشیر

احمد کی کتاب "بہائیت اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم" میں ملے گا۔ یقین جانیئے کہ اس کتاب کی ایک ایک سطر حیران کن بلکہ ہوشربا انکشافات سے عبارت ہے۔

قادیانیت اور بہائیت میں پائی جانے والی گہری مماثلت، فکری اشتراک، زمانی اور مکانی قرب، طریقہ واردات میں یکسانیت، باہمی رابطہ و تعاون اور مشترک سرپرستوں کی طرف سے ان کی مسلسل اور مکمل سرپرستی۔ ایسے حقائق ہیں جو ہمیں بعض متعین قطعی اور حتمی نتائج تک لے جاتے ہیں۔ لیکن یہ حقائق، تلاش و جستجو، تحقیق و تفحص اور کدّ و کاوش کے کتنے ہی جانکاہ مرحلوں سے گزرنے کے بعد ہاتھ آتے ہیں او راپنے منطقی ربط اور فطری ترتیب کے ساتھ مجتمع کر دیئے جانے پر ایک بالکل نیا منظر، نیا منظر نامہ تشکیل دے دیتے ہیں۔ یہ محض ہمارا تاثر نہیں ہے بلکہ ہر انصاف پسند قاری یہ گواہی دے گا کہ پیشِ نظر کتاب کے فاضل مؤلف کی بے پناہ محنت اور بے مثال کاوش کو جس رخ سے بھی پرکھا اور جس اعتبار سے بھی جانچا جائے، کتاب اپنا تحقیقی امتیاز اور علمی معیار بہر انداز منواتی ہے۔ مؤلف نے سینکڑوں ماخذ سے استفادہ کیا ہے اور عربی، فارسی، اردو، انگریزی میں موجود بہائیت سے متعلق ایک ایک حوالہ کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے ایسی ایسی خفیہ سربستہ اور بظاہر ناممکن الحصول معلومات کی فراہمی ممکن بنائی ہے کہ باور نہیں آتا...... یوں بھی ہوسکتا ہے؟ روس، برطانیہ، اور فرانس کی ساختہ پرداختہ بہائیت نے اپنے آقاؤں کے مفادات کا تحفظ کیونکر کیا؟ اسرائیل کے قیام کی راہ کیونکر ہموار کی؟ پوری دنیا میں اپنی سرگرمیوں کو کس انداز میں منظم کیا؟ بہائیت کن کن داخلی اور خارجی بحرانوں سے دوچار ہوئی؟ آج کل پاکستان سمیت دنیا کے کس کس ملک میں بہائی سرگرمِ عمل ہیں؟ ان سب سوالوں کے جواب اس ایک کتاب میں آگئے ہیں۔

ہم یہاں قارئین کو یاد دلانا چاہیں گے کہ ابھی پچھلے دنوں پاکستان میں (اور خصوصاً لاہور میں) بہائیوں نے قرۃ العین طاہرہ کی یاد میں تقاریب منعقد کیں اور ہمارے نام نہاد مسلمان دانشوروں نے آزادیٔ نسواں کے حوالے سے "طاہرہ" کی یاد میں ٹسوے بہائے، ٹھنڈی آہیں بھریں۔ اور اس کی عظمت کے گن گائے۔ یہ وہ کافر ادا حسینہ ہے جو علی محمد باب پر سو جان سے فدا تھی اور اسی کی خاطر سزائے موت سے دوچار ہوئی۔ اس کی شاعری اور باب کی شان میں اس کے قصیدے واقعی خاصے کی چیز ہیں۔ خصوصاً وہ مشہور قصیدہ جس میں باب سے ملاقات کا اشتیاق یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ

گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ روبرو
شرح دہم غمِ ترا نکتہ بہ نکتہ مو بمو

از پےِ دیدنِ رخت، ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ دربدر کوچہ بہ کوچہ کو بکو

دورِ دہانِ تنگِ تو، عارضِ عنبریں خطت
غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

می رود از فراقِ تو خون دل ازو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

مہر ترا، دل حزیں بافتہ برقماش جاں
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

در دل خویش طاہرہ گشت و نیافت جز ترا　　صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ .تو بتو

ماننا چاہیئے کہ ایسی اچھی شاعری صرف بہائیت کی دین ہے۔ لیکن ہمیں یہاں علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کے اشعار بھی یاد آرہے ہیں جن کی زبردست تاریخی اہمیت ہے۔ مگر وہ کم کم سننے میں آتے ہیں۔ اشعار دیکھئے کہ

آغا امام اور محمد علی ہے باب　　اس دین میں ہے ترک سوادِ حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظرِ ما رسیدہ ہست　　یعنی زحجاب غیرت کبریٰ دریدہ ہست

یہاں آغا سے مراد سر آغا خاں اور محمد علی سے مراد "قائد اعظم" ہیں اور اشارہ ۱۹۲۱ء میں محمد علی جناح کی لندن سے واپسی اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے کے اعلان کی طرف ہے۔ تلمیح قابلِ توجہ اور طنز کی بلاغت قابل داد ہے۔

یہاں ضمناً یہ بتلانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بہائیوں کے یہاں بھی ایک "قائد اعظم" ہیں وہ شوقی آفندی کو "قائد اعظم" کہتے اور مانتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں وہ اور بھی کئی "اعاظم" کے قائل ہیں۔ مثلاً باب کو نیر اعظم "بہاء اللہ کو ظہور اعظم اور عبدالبہاء کو غصنِ اعظم کہتے ہیں۔ سچ ہے.........

"ایسی باتیں سب اختراعی ہیں"

(بقیہ از ص ۳۷)

جس وقت اسپین میں تقریباً ہر شخص پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ یورپ میں معدودے چند افراد مذہبی کتب کی تلاوت کر سکتے تھے۔

جب اسلامی یونیورسٹیاں بین الاقوامی شہرت کی حامل تھیں۔ یورپ میں بمشکل تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔

الغرض اسپین میں تمدن اپنے عروج پر تھا اور انسانی تاریخ میں جب بھی تمدن کا دور دورہ ہوا، صنعت و حرفت میں ترقی ہوئی ہے اسپین کے شہروں میں تمام صنعتیں اعلیٰ پیمانے پر قائم تھیں۔ چنانچہ یورپ نے دیگر علوم کی طرح صنعت و حرفت بھی سپین سے حاصل کی۔ (۱۹)

علم کی کوئی شاخ اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا کہ جس میں یورپ نے مسلمانوں کے علوم و فنون سے استفادہ نہ کیا ہو۔ یورپ آج علمی و فنی بالادستی اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی پر نازاں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو آج یورپ کا حال افریقہ سے بھی بدتر ہوتا۔

۱۳- ایضاً ص ۲۰ تا ۲۷
۱۴- اردو میں اصول تحقیق، انتخاب مقالات ج، ا ص، ۴۶/۴۵
۱۵- ایضاً ص، ۴۶
۱۶- مقدمہ سیرت النبی ﷺ ص، ۶۴
۱۷- تحقیق، انتخاب مقالات ج، ا ص، ۴، ۵
۱۸- پروفیسر طفیل ہاشمی، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ص، ۱۰/۹
۱۹- ایضاً ص، ۲۹۱